۲۴

جماعت کو فتن سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہدایات

(فرمودہ ۲۷- جولائی ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں جتنے معاہدات ہوتے ہیں سب مشروط ہوتے ہیں اور معاہد گروہ یا معاہد افراد میں سے ہر ایک اپنے اوپر ایک ذمہ داری لیتا ہے اگر ایک اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے تو دوسرا بھی اس امر کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اپنے متعلق ذمہ داری کو پورا کرے- اور اگر ایک اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کرتا تو دوسرا بھی اس کی پابندی سے آزاد ہوجاتا ہے- بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے متعلق آتا ہے کہ خداتعالیٰ نے اسے ختنہ کا حکم دیا اور کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان عہد ہے- جب تک تم اس عہد پر قائم رہو گے خدا کا سلوک اور اس کا وہ وعدہ جو تمہاری ترقیات کے متعلق ہے یعنی نبوت، الہام اور خداتعالیٰ کا قُرب، یہ تمہاری نسل میں قائم رہے گا[1] - یہ وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں نسلوں میں جاری رہا- بنو اسحاق میں بھی اور بنو اسمٰعیل میں بھی-

بنو اسماعیل کی تاریخ ہمارے سامنے نہیں لیکن رسول کریم ﷺ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسماعیل میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء آئے اور قرآن کریم میں جو بعض انبیاء عرب کے بیان کئے گئے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوا ہو تو قرآن کریم سے بھی اس کی تصدیق ہوجائے گی گو عام طور پر ان انبیاء کا زمانہ بہت پرانا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت صالحؑ اور حضرت ہودؑ کا مگر یہ عربی نبی ہی تھے- بہرحال قرآن کریم

سے صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بعض نبی عرب میں گذرے اور بعض مؤرخین نے تو حضرت شعیبؑ کو بھی عرب کے نبیوں میں داخل کیا ہے اور تاریخ اور جغرافیہ جو اس زمانہ کا ہے' اسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کوئی بعید بات معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ان حصوں میں عرب قومیں ہی بسا کرتی تھیں۔ پس گو اسماعیلی تاریخ مشتبہ ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسمٰعیل میں زندگی قائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء آتے رہے۔ مگر بنو اسحاق کی تاریخ بہت محفوظ ہے اور اس کے انبیاء کے حالات بہت عمدگی کے ساتھ بائبل میں موجود ہیں گو نہیں کہہ سکتے کہ پوری صداقت کے ساتھ درج ہیں۔ جب تک بنو اسحاق اس وعدہ کو پورا کرتے رہے خداتعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہوتا رہا۔ وہ ختنہ کرتے رہے اور خداتعالیٰ کی طرف سے ان میں انبیاء آتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت مگر بہرحال رسول کریم ﷺ سے پہلے کسی وقت چاہے پہلی صدی میں یا دوسری صدی یا تیسری صدی میں وہ عہدوپیمان جو ختنہ کے متعلق تھا' انہوں نے توڑ ڈالا اس لئے یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے خداتعالیٰ کے فضلوں سے محروم ہوگئے اور عیسائیوں نے ختنہ کا انکار کرکے اپنے آپ کو اس کی رحمت سے محروم کرلیا۔ تب خداتعالیٰ نے بھی ان میں انبیاء بھیجنے بند کردیئے لیکن اس سے قبل سینکڑوں سال تک جب تک کہ وہ اس عہد کے پابند رہے' نعمت نبوت سے مشرف ہوتے رہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے وعدے اور معاہدے سب مشروط ہوتے ہیں۔ جہاں معاہدہ ہو وہاں تو بہرحال دونوں طرف سے اقرار ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر تم یوں کرو گے تو ہم یوں کریں گے اور اگر تم نہیں کرو گے تو ہم بھی نہیں کریں گے اور جہاں وعدہ ہو' وہاں بھی شرطوں کا پورا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ انبیاء کی بعثت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوموں سے جو وعدے ہوتے ہیں وہ بھی اپنے اندر معاہدہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ مومنوں سے ان کی جان و مال کے بدلہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے گویا خالی جنت کا وعدہ نہیں بلکہ معاہدہ ہے۔ یعنی اگر جان و مال میری راہ میں قربان کرو گے تو ہم جنت دیں گے اور اگر نہیں کرو گے تو نہیں دیں گے اور یہی معاہدہ ہے جو تمام نبیوں کی جماعتوں سے ہوتا رہا ہے۔ مال کی قربانی تو واضح ہے۔ زکوٰۃ' صدقات اور چندوں کے ذریعہ یہ قربانی کی جاتی ہے اور ہماری جماعت میں تو خصوصیت کے

ساتھ مالی قربانی نمایاں طور پر کی جاتی ہے اور تمام کی تمام جماعتیں بلکہ تمام کے تمام افراد اِلَّامَاشَاءَاللّٰہُ ' کمزور ہر جماعت میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں' ان کو چھوڑ کر باقی نہایت اخلاص رکھتے اور ہر وقت قربانی کیلئے تیار رہتے ہیں- گو میں نے دیکھا ہے بعض کو جگانے کی ضرورت وقتاً فوقتاً محسوس ہوتی رہتی ہے- پچھلے سال میں نے اعلان کیا تھا کہ جو لوگ چندہ نہیں دیتے اور اس بارے میں مسلسل غفلت اور سُستی سے کام لے رہے ہیں' انہیں جماعت سے خارج کردیا جائے گا اس پر جماعت میں بیداری پیدا ہوگئی- مگر اس سال محکمہ نے غفلت کی اور غافل لوگوں کے نام میرے سامنے پیش نہیں کئے جس کے نتیجہ میں مَیں دیکھ رہا ہوں کہ برابر دو ماہ سے چندوں میں سُستی ہو رہی ہے- اب ایک دو خطبے پڑھوں گا' اخبار میں مضامین نکلیں گے تو وہ لوگ جو غافل اور سوئے ہوئے ہیں جاگ اُٹھیں گے- مگر بہرحال مالی قربانی ایک حد تک بلکہ بہت حد تک ہماری جماعت کررہی ہے- اور اگر مخلصین سے اس سے بھی زیادہ مالی قربانی کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس کیلئے بھی تیار ہوجائیں گے-

دوسری قربانی جان کی ہے- یہ مختلف رنگوں میں ہوا کرتی ہے جیسا کہ مالی قربانی بھی مختلف قسم کی ہوتی ہے- کبھی مخفی ہوتی ہے کبھی ظاہر' کبھی اس رنگ میں ہوتی ہے کہ انسان نقصان اٹھاتا ہے مگر صبر کرتا ہے اور کبھی اس رنگ میں ہوتی ہے کہ بعض باتیں اسے مالی لالچ اور حرص دلاتی ہیں مگر وہ خداتعالیٰ کی رضاء کیلئے ان کی طرف توجہ نہیں کرتا- جیسا کہ اس زمانہ میں سُود نہ لینا' لاٹریوں میں حصہ نہ ڈالنا اور لائف انشورنس وغیرہ نہ کرانا ہے- اس میں شبہ نہیں لاٹری وغیرہ سے فوری طور پر ہر انسان کو مالی فائدہ نہیں ہوسکتا- مگر چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ گو روپیہ میرے ہاتھ میں نہیں مگر اس کے نتیجہ میں مجھے روپیہ مل سکتا ہے اس لئے جب وہ خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایسی باتوں سے بچتا ہے تو وہ مالی قربانی کرتا ہے- اسی طرح جانی قربانیاں بھی کئی رنگ کی ہوتی ہیں- ایک جانی قربانی تو وہ ہے جس کا ہمارے بعض احمدیوں نے افغانستان میں نمونہ دکھایا- وہاں عملی طور پر حکومت نے ہماری جماعت کے افراد سے مطالبہ کیا کہ احمدیت کو ترک کردو اور اگر احمدیت ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہو تو تمہیں سنگسار کردیا جائے گا- خداتعالیٰ کے فضل سے یہ مطالبہ جن سے کیا گیا' ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ احمدیت ہمیں اتنی پیاری ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہماری جان کی کوئی حقیقت ہی نہیں- تم ہمیں بیشک قتل کرڈالو مگر احمدیت کو ہم ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے-

ایک نہیں، دو نہیں، متواتر پانچ آدمیوں سے پوچھا گیا مگر ان میں سے ہر ایک نے بشاشت سے اپنی جان دے دی۔ اور گو جانیں دینے والے افغانستان کے تھے اور جانیں لینے والے بھی مگر نہیں کہا جاسکتا کہ سارا ایمان اور اخلاص افغانستان میں ہی منتقل ہوگیا ہے اور وہیں اس قسم کے نمونے پائے جاسکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہندوستان کے احمدیوں سے بھی اگر اس رنگ کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ بھی لبیک کہہ کر آگے آتے اور کبھی بھی اپنی جانوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں فدا کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ مگر ہندوستان والوں کیلئے اس قسم کی قربانی کا موقع نہیں آیا۔ یہاں خدا تعالیٰ نے ایک ایسی گورنمنٹ قائم کی ہوئی ہے جو باوجود کئی کمزوریوں کے (اور دراصل ہر گورنمنٹ میں باوجود اس کی بے شمار خوبیوں کے کچھ نہ کچھ کمزوریاں بھی ہوا کرتی ہیں) قانون کی پابندی نہایت شدت سے کرتی ہے۔ اس کی ایک بیّن مثال یہ ہے کہ گاندھی جی انگریزی گورنمنٹ کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ گو وہ کہتے ہیں کہ میں انگریزوں کا دوست ہوں۔ اگر دشمنی ہے تو حکومت سے ہے۔ انہی گاندھی جی پر جب حملے ہوتے ہیں تو گورنمنٹ یہ نہیں کہتی اچھا ہوا، ایک دشمن پر حملہ کیا جاتا ہے بلکہ وہ کہتی ہے ہمارا فرض ہے کہ چاہے دوست ہو یا دشمن، کسی کے متعلق پبلک کو قانون شکنی نہ کرنے دیں گے اور گاندھی جی کے مخالفین کو ایذاء رسانی سے روکتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ انگریزوں میں بھی بعض کمزور ہوتے ہیں۔ خصوصاً کشمیر کی تحریک کے دوران میں میرا تجربہ ہے کہ وہاں قانون شکنی بعض دفعہ خود انگریز افسروں نے کرائی مگر اس قسم کے لوگ بہت قلیل ہیں۔ انگریزوں کا ہزارہا آدمی ہندوستان میں کام کررہا ہے اور سینکڑوں انگریز ہرسال ریٹائر بھی ہوجاتے ہیں اس لئے سب کے متعلق تو نہیں کہا جاسکتا لیکن اگر اندازہ لگایا جائے تو جن انگریزوں سے مجھے یا جماعت کے دوسرے دوستوں کا واسطہ پڑا ہے جنہوں نے مجھے حالات بتائے، ان کو دیکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ انگریزوں میں سے نوے فیصدی ایسے ہیں جو قانون کا احترام کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ قوم دشمنوں کی دشمنی کے باوجود اب تک کمزور ہونے میں نہیں آئی۔ بعض اندرونی حالات کے لحاظ سے گورنمنٹ کا تجزیہ ضرور ہوگیا ہے۔ اور ہندوستان، ساؤتھ افریقہ، نیوزی لینڈ اور کینیڈا وغیرہ کو جو اختیارات مل گئے ہیں ان سے اس میں ایک قسم کا ضُعف پیدا ہوگیا ہے۔ مگر یہ خیال کہ انگریز عدل کرتے اور قانون کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں پوری شدت سے قائم ہے اور اس میں کسی طرح کی کمی نہیں آئی۔

غرض انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت چونکہ خداتعالیٰ نے ہمیں رکھا ہے اس لئے ہماری جماعت کیلئے یہاں اس قسم کی جانی قربانی کے مواقع نہیں اور نہ بظاہر اس قسم کے مواقع میسر آسکتے ہیں جیسا کہ افغانستان میں پیش آئے۔ مگر پھر بھی چونکہ انگریز افسروں کے ماتحت دیسی افسر بھی ہوتے ہیں اس لئے بعض دفعہ دیسی افسروں کی شرارت کی وجہ سے احمدیوں کو دکھ پہنچ جاتا ہے۔ بعض جگہ ماتحت افسر جھوٹ بول دیتا ہے اور اس طرح انگریز افسر کو ایک احمدی کے خلاف کارروائی کرنی پڑتی ہے مگر اس کے باوجود میں نے دیکھا ہے کہ نوے فیصدی انگریز عدل پر قائم رہتے ہیں۔ باقی دس فیصدی بعض دفعہ کسی ڈر سے' بعض دفعہ کسی لحاظ سے اور بعض دفعہ کثرت کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی وجہ سے ایسے امور کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جنہیں ظلم کہا جاسکتا ہے۔ اور یہ مواقع جانی قربانی کے ہماری جماعت کو ہندوستان میں پیش آتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی بعض احمدی مارے پیٹے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض مرگئے' بعض اپاہج ہوگئے' بعضوں کی بیویاں ان سے چھین لی گئیں' بعضوں کے بچے ان سے جُدا کردیئے گئے اور یہ خداتعالیٰ کا فضل ہے کہ اس جانی نقصان میں اکثر نے ثابت قدمی دکھائی۔ مگر ایک نقص ہے جس کی طرف میں توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا اور وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ ہماری حفاظت کا انحصار انگریزوں پر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم انگریزوں کی جو تعریف کرتے ہیں' وہ محض ان کے عدل کی وجہ سے' ورنہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ مصیبت کے وقت انگریزی گورنمنٹ اسے بچاسکے گی' وہ مومن نہیں کیونکہ مومن کبھی غیراللہ کی طرف توجہ نہیں کرتا خواہ اس پر کس قدر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ جب تک ہمارے اندر یہ روح پیدا نہ ہوگی کہ ایک حد تک انسانی کوشش کے بعد ہم خداتعالیٰ پر اپنا معاملہ چھوڑدیں اور اسی پر توکّل کریں' اس وقت تک کامل ایمان حاصل نہیں ہوسکتا۔ مگر میں اپنی جماعت کے بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں' انہیں جب کوئی تکلیف پہنچے فوراً لکھتے ہیں کہ گورنر کو اطلاع دی جائے' وزراء کو لکھا جائے' افسران سے ملاقات کی جائے۔ وہ اپنے خطوں میں اس قسم کی گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں جو بُزدلوں اور منافقوں کی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ میں بارہا اپنی جماعت کو توجہ دلاچکا ہوں کہ اس قسم کی حرکات مؤمنانہ شیوہ نہیں۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ کیوں یہ آواز ہماری جماعت تک نہیں پہنچتی۔ ممکن ہے اس کا باعث یہ ہو کہ ہمارے اخبار کی خریداری بہت کم ہے۔ اور جماعت کے حلقہ میں اسے بہت کم وسعت حاصل ہے۔

جس وقت ہماری جماعت کی تعداد آج کی تعداد سے بہت کم یعنی سرکاری مردم شماری کی رو سے صرف اٹھارہ سَو تھی اس وقت بدر کے خریداروں کی تعداد چودہ سَو تھی- اس وقت سرکاری مردم شماری کی رو سے پنجاب میں احمدیوں کی تعداد چھپن ہزار ہے اور اگر پہلی نسبت کا لحاظ رکھا جائے تو آج ہمارے اخبار کے صرف پنجاب میں چار ہزار سے زائد خریدار ہونے چاہئیں- اور اگر اس امر کو دیکھا جائے کہ یہ تعداد جو مردم شماری کی رو سے بیان کی گئی ہے' قطعاً صحیح نہیں اور پنجاب کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک کے احمدیوں کو بھی ملالیا جائے تو اخبار "الفضل" کے اس وقت کم ازکم سات آٹھ ہزار خریدار ہونے چاہئیں مگراس کی خریداری پندرہ اور اٹھارہ سَو کے درمیان رہتی ہے- جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار اس وسعت سے شائع نہیں ہوتا جس وسعت کے ساتھ اسے شائع ہونا چاہیئے- یہی وجہ ہے کہ ہماری آواز تمام احمدیوں تک نہیں پہنچتی بلکہ وہی احمدی اس سے واقف ہوتے ہیں جو اخبار خریدتے یا دوسروں سے لے کر پڑھ لیتے ہیں باقی لوگ سلسلہ کے حالات سے بے خبر رہتے ہیں- حتیٰ کہ مجھے تعجب ہوا کل ہی شملہ کے امیر جماعت کا ایک خط آیا ایک ایسے امر کے متعلق جس کا ذکر جلسہ سالانہ والی تقریر میں بھی تھا اور ایک دو خطبات بھی اس پر میں نے پڑھے تھے کہ ہمیں اب تک اس بات کا علم نہ ہوسکا تھا- اگر امراء جماعت بھی سلسلہ کے اہم امور سے اور ان امور سے جو اخبار میں شائع ہوجاتے ہوں اتنے ناواقف رہتے ہوں تو بجزاس کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ نہ تو دلچسپی سے اخبار کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور نہ اخبار اس کثرت سے شائع ہوتا ہے جس کثرت کے ساتھ اسے شائع ہونا چاہیئے- یہی وجہ ہے کہ ہماری آواز تمام جماعت تک نہیں پہنچتی-

بہرحال جماعت میں یہ ایک کوتاہی پائی جاتی ہے- خواہ تربیت کی کمی کی وجہ سے' خواہ ایمان کے نقص کی وجہ سے' خواہ اس وجہ سے کہ سب لوگوں تک ہماری آواز نہیں پہنچتی کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر گورنمنٹ سے مدد مانگنے کیلئے بے قرار ہوجاتے ہیں- بعض دفعہ تو یہ تصور کرکے ہی مجھے شرم آجاتی ہے کہ جب ہم خداتعالیٰ کے حضور جائیں گے تو اسے کیا کہیں گے کہ اے خدا ہم نے تیری مدد پر تو بھروسہ نہ کیا اور اگر کیا تو انگریزوں پر- یہی وجہ ہے کہ ایسے خطوں کا میں یہ جواب دیتا ہوں کہ جس حاکم کے پاس محمد ﷺ جایا کرتے تھے اس کے پاس تمہارے لئے میں بھی جانے کیلئے تیار ہوں اور اگر محمد ﷺ کسی مجسٹریٹ یا افسر

کے پاس نہیں گئے بلکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں اور اس کی نصرت و تائید حاصل کی' تو کیوں تم بھی اسی راہ کو اختیار نہیں کرتے۔ اگر انگریزوں کی مدد ایسی ہی اعلیٰ چیز ہوتی تو چاہیئے تھا یہ انگریز محمد ﷺ کے وقت میں بھی ہوتے تا آپ کو بھی ان کی مدد سے فائدہ پہنچتا۔ پس یہ بیوقوفی اور نادانی ہوگی کہ جب ہم انگریزوں کی ان کے عدل کی وجہ سے تعریف کریں تو اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ ہمیں ان کی مدد کی ضرورت ہے یا ہمیں ان سے مدد لینی چاہیئے۔ ہم ان کی تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اچھے ہیں۔ تعریف کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنے توکّل اور دین کو ان پر قربان کردیں۔ اور اس میں انگریزوں کی خصوصیت نہیں اگر جرمن والے اچھی بات کریں گے تو ہم ان کی تعریف کریں گے' فرانس والے اچھی بات کریں گے تو ہم ان کی تعریف کریں گے۔ پس انگریزوں کی اگر ہم تعریف کرتے ہیں تو اس لئے کہ یہ اچھے کام کرتے ہیں' عدل اور انصاف قائم کرتے ہیں' رعایا کی تکالیف کو حتّی الوسع دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس تعریف کا یہ مطلب نہیں کہ ہم خیرات کا ٹھُوٹھا لے کر ان کے پاس جائیں۔ جب تک وہ اچھی باتوں پر قائم رہیں گے ہم انہیں اپنا دوست اور خیرخواہ سمجھیں گے۔ لوگ اگر ان کو بُرا بھلا بھی کہیں تو ہم تعریف کریں گے لیکن خیرات کا ٹھیکرا لے کر کسی کے پاس جانا مومن کا کام نہیں۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ۵؎ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے۔ جب تک ہم انگریزوں کی تعریف کرکے ان سے مانگتے کچھ نہیں اس وقت تک ہمارا ہاتھ اونچا ہے اور اگر ہم ان سے کچھ مانگنے جاتے ہیں تو وہ اعلیٰ اور ہم ادنیٰ بن جاتے ہیں۔ پس جماعت میں یہ غلطی پیدا ہورہی ہے مگر باوجود اس کے جماعت میں قربانی کی روح بھی پائی جاتی ہے اور جب تک یہ روح قائم رہے گی خدا تعالیٰ کے وعدے بھی پورے ہوتے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں ٹلا نہیں سکتی' نہ دشمنوں کی دشمنیاں ہمیں نقصان پہنچاسکتی ہیں۔ لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے ہماری جماعت کے مومن اور مخلص افراد بھی بعض دفعہ دشمنوں کی شرارتوں کی وجہ سے گھبراجاتے ہیں حالانکہ دشمنوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کِیلے گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کِیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کِیلے اُکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے مسجد مبارک کے سامنے

دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی- بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرادینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے- پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے- میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جارہی ہے اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہوچکی ہے- اسی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ مسجد کی طرف حضرت خلیفہ اول تشریف لارہے ہیں- جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا- اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اول جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جارہی تھی میں بھی کھڑا تھا- چونکہ اس خواب کا میں آپ سے پہلے ذکر کرچکا تھا' اس لئے مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہوگیا-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ بھی ہم نے دیکھا- وہ وقت بھی دیکھا جب چوڑھوں کو صفائی کرنے اور سقّوں کو پانی بھرنے سے روکا جاتا- پھر وہ وقت بھی دیکھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں باہر تشریف لے جاتے تو آپ پر مخالفین کی طرف سے پتھر پھینکے جاتے اور وہ ہر رنگ میں ہنسی اور استہزاء سے پیش آتے- مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود کیا ہوا' آپ جتنے لوگ اس وقت یہاں بیٹھے ہیں' آپ میں سے پچانوے فیصدی وہ ہیں جو اس وقت مخالف تھے یا مخالفوں میں شامل تھے مگر اب وہی پچانوے فیصدی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ساتھ شامل ہیں- پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد جماعت میں جو شور اُٹھا اس کا کیا حشر ہوا- اس فتنہ کے سرگروہ وہ لوگ تھے جو صدر انجمن پر حاوی تھے اور تحقیر کے طور پر کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک بچہ کی غلامی کرلیں- خدا تعالیٰ نے اسی بچے کا ان پر ایسا رُعب ڈالا کہ وہ قادیان چھوڑکر بھاگ گئے اور اب تک یہاں آنے کا نام نہیں لیتے- انہی لوگوں نے اُس وقت بڑے غرور سے کہا تھا کہ جماعت کا اٹھانوے فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے اور دو فیصدی ان کے ساتھ- مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو فیصدی بھی ان کے ساتھ نہیں رہا اور اٹھانوے فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہماری جماعت میں شامل ہوچکا ہے- غرض ہر رنگ میں ہماری مخالفت کی گئی' مقامی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی' مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمیشہ کامیاب رکھا- ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں مخالفتوں کا کیا ڈر ہوسکتا ہے- احرار

ہوں یا کوئی اور ہوں' وہ ایک مچھر جتنی بھی وقعت نہیں رکھتے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ لوگ ہمارے مقابل میں ایک فیصدی کامیابی بھی حاصل کرلیں گے یہ کیا قادیان کے سارے مخالف مل جائیں' ہندو' سکھ' غیراحمدی اور احراری ہماری مخالفت میں متحد ہوجائیں' اس کے بعد وہ اردگرد کے لوگوں کو ملا کر اپنی جماعت کو بڑھائیں' پھر سارے ملک میں سے جن کو اپنا مددگار بناسکتے ہیں بنالیں حتّٰی کہ انگریز بھی بیشک ان کے ساتھ مل جائیں' اگر یہ تمام مل کر ہمارے مقابل میں ایک فیصدی کامیابی حاصل کرسکیں تو وہ سچے مگر ناممکن ہے کہ انہیں کامیابی ہو۔ باقی رہیں عارضی مشکلات' سو یہ آیا ہی کرتی ہیں۔ کیا یہ تکلیفیں رسول کریم ﷺ کو پیش نہیں آئیں' کیا آپ کو وطن سے بے وطن نہ ہونا پڑا' اپنے عزیزوں کو نہ چھوڑنا پڑا' رسول کریم ﷺ نے یہ تمام تکالیف دیکھیں۔ یہاں تک کہ آپ کی ایک صاحبزادی جو حمل سے تھیں جب مکہ سے مدینہ جانے لگیں تو مخالفوں نے انہیں زدوکوب کیا جس کی تکلیف سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ تو عارضی تکلیفیں مومنوں پر آیا ہی کرتی ہیں مگر وہ ان سے گھبرایا نہیں کرتے۔ جس طرح ایک طالب علم محنت کرتا اور تکلیفوں کی پرواہ نہیں کرتا یہاں تک کہ پاس ہوجاتا ہے اسی طرح پاس ہم نے ہونا ہے چاہے کوئی کتنا زور لگالے۔ وہ بیشک ہمیں ماریں' پیٹیں' ہم میں سے بعض کو لولالنگڑا کردیں یا جان سے ماردیں' ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ جس چیز کی پرواہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم ہار نہ جائیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ دشمن ہی ہاریں گے ہم نہیں ہارسکتے چاہے کوئی گورنمنٹ کھڑی ہوجائے' علماء اور عوام سب مل جائیں' یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ ہم جیتیں گے۔ ہم کونے کا پتھر ہیں جس پر ہم گرے وہ بھی ٹوٹ جائے گا اور جو ہم پر گرا وہ بھی سلامت نہیں رہے گا۔ یہ خداتعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہوکر رہے گا لیکن اس کے مقابلہ میں بعض ہماری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ میں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ جب بھی کوئی فتنہ اُٹھتا ہے' منافقوں کے ذریعہ اُٹھتا ہے اور میں نے ہمیشہ جماعت سے کہا ہے کہ منافقوں کو ظاہر کرو اور ان کی پوشیدہ کارروائیوں کو کھولو مگر جماعت اس طرف توجہ نہیں کرتی۔

مجھے اچھی طرح معلوم ہے ایک درجن سے زائد آدمی قادیان میں ایسے رہتے ہیں جن کی مجالس میں فتنہ انگیزی کی گفتگوئیں ہوتی رہتی ہیں اور جو باہر سے آنے والوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔ مجھے شریعت اجازت نہیں دیتی کہ میں بغیر ثبوت قائم کئے انہیں سزا دوں' اس لئے میں خاموش رہتا ہوں۔ مگر میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایسے منافقوں کا پتہ لگا کر ان کی

منافقت کا میرے سامنے ثبوت مہیا کرے تاکہ میں ان اختیارات کو استعمال کروں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیئے ہیں۔ بعض دفعہ بغیر کسی عدالتی ثبوت کے یونہی میرے پاس ایک بات بیان کردی جاتی ہے۔ میں سمجھ رہا ہوتا ہوں کہ شکایت کرنے والا سچ کہہ رہا ہے مگر جب میں اسے کہتا ہوں کہ اس کا ثبوت مہیا کرو تو وہ شکوہ کرکے چلا جاتا ہے کہ میری بات پر توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ جب تک شرعی اور عدالتی طور پر میرے پاس ثبوت مہیا نہ کیا جائے' میں سزا دینے کا مجاز نہیں چاہے مجھے یقین ہو کہ فلاں آدمی میرے اور جماعت کے خلاف فتنہ انگیزی کرتے رہتے ہیں۔ باقی اگر ذرا بھی کوشش کی جائے تو اس قسم کے ثبوت مہیا کرنے مشکل نہیں ہوتے۔ منافق کچھ دلیر ہوتا ہے اور وہ ایک ہی بات بعض دفعہ کئی مجالس میں کردیتا ہے۔ اس لئے گواہ آسانی سے پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ مگر لوگ کوشش نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس کی ہم شکایت پہنچائیں اسے فوراً سزا دے دی جائے حالانکہ یہ مؤمنانہ مشورہ نہیں۔ پھر ہماری جماعت کے آدمی باہر بھی ہیں' ان سے بھی اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے احراریوں کے ایک لیڈر نے قادیان کے ایک شخص کے متعلق بتایا کہ اس کے ذریعہ قادیان کی خبریں انہیں ملتی رہتی ہیں۔ اس شخص کے متعلق اپنی جماعت کی طرف سے اگر کوئی اطلاع مجھے پہنچتی ہے تو وہ خبرِ احاد ہوتی ہے جس پر گرفت نہیں کی جاسکتی۔ سالہا سال میں نے اس شخص کے متعلق عفو سے کام لیا ہے مگر اب ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو الگ کیا جائے اس لئے میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ منافقوں کو ظاہر کرے۔ ہمیں غیروں سے خطرہ نہیں کیونکہ غیروں کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ان سے خود ہماری حفاظت فرمائے گا۔ لیکن اگر ہمارے اندر عیب پیدا ہوجائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم آپ اپنے عہد کو توڑ رہے ہیں اس صورت میں ہم خدا تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہوجائیں گے۔ پس جب تک بیرونی دشمن کے حملہ کا خوف ہے ہمارے لئے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں بلکہ جماعت اس مخالفت کی وجہ سے ترقی کرے گی لیکن اگر ہمارے اندر خرابی پیدا ہوگئی تو ہم اپنے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازہ کو بند کرنے والے ہوں گے۔

پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہاں یقینی طور پر چند منافق موجود ہیں اور مجھے ان کا پتہ ہے مگر تم انہیں ظاہر کرو یعنی ان کے متعلق ثبوت قائم کرو۔ میرا یہ طریق نہیں کہ میں ان کی طرف اشارہ کروں کیونکہ رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ کسی شخص نے کہا

یَارَسُوْلَ اللہ! آپ نے اگر ذرا آنکھ سے اشارہ کردیا ہوتا تو ہم فلاں دشمن کا سر اُڑا دیتے- آپ نے فرمایا نبی کا کام آنکھ سے اشارہ کرنا نہیں ہے - اسی طرح میرا یہ کام نہیں کہ میں ان باتوں میں دخل دوں- ہاں آپ لوگ اگر ان کے متعلق جو منافقانہ رویہ رکھتے ہیں اور نقصان پہنچارہے ہیں، ثبوت بہم پہنچائیں تو پھر خداتعالیٰ نے جو اختیارات مجھے دیئے ہیں ان کو میں استعمال میں لاؤں گا- ان منافقوں کو صرف میں ہی نہیں جانتا اور بھی بیسیوں لوگ جانتے ہیں- کسی کو ایک منافق کا علم ہوگا، کسی کو دو کا، کسی کو زیادہ کا- ایک دفعہ ایک مجلس میں ذکر ہوا کہ فلاں شخص نے آپ کی بہت تعریف کی ہے اور ایک اور شخص جو اس مجلس میں بیٹھا تھا کہنے لگا اگر اس نے اتنی تعریف کی ہے تو ضرور اس نے کوئی نہ کوئی منافقت کا کام کیا ہوگا کیونکہ منافقین کا طریق ہے کہ جب وہ کوئی جُرم کرتے ہیں تو ساتھ ہی ایسا طریق بھی اختیار کرلیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ بڑے مخلص ہیں- اس وقت مجھے معلوم ہوا صرف میں ہی نہیں بلکہ بعض دوسرے دوست بھی ایسے لوگوں کو جانتے ہیں- مگر اس مجلس کے بعد نہ تو اس دوست نے اور نہ کسی اور نے اس بارے میں میری مدد کی کہ اس کے خلاف ثبوت بہم پہنچاتے- میں سمجھتا ہوں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس قسم کے ثبوت بہم پہنچانے رحم کے خلاف ہیں حالانکہ یہ جذبۂ رحم کا غلط استعمال ہے اور یہ بھی جانی قربانی سے انحراف ہے کیونکہ ایک دوست سے علیحدگی طبعاً ناگوار گزرتی ہے اس لئے انسان یہ نہیں چاہتا کہ اپنے واقف کے خلاف کوئی ثبوت مہیا کرکے اس سے بگاڑ پیدا کرے مگر یہ مؤمنانہ طریق نہیں-

صحابہؓ کا نمونہ دیکھو' انہوں نے بیوی' بچوں' دوستوں' عزیزواقارب اور رشتہ داروں کو خداتعالیٰ کیلئے ترک کردیا یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے متعلق کہا کہ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز آدمی وہاں کے سب سے زیادہ ذلیل آدمی کو نکال دے گا- قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آتا ہے- معزز سے مراد اس کم بخت کا اپنا وجود تھا اور ذلیل سے اس نے رسول کریم ﷺ مراد لئے اور کہا کہ مدینہ پہنچ کر مَیں جو معزز ترین آدمی ہوں' محمد ﷺ کو نکال دوں گا- یہ بات جب پھیل گئی تو عبداللہ بن ابی بن سلول کا لڑکا ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- اور کہنے لگا سنا ہے میرے باپ نے ایسی ایسی بات کہی ہے- اس کی سزا سوائے قتل کے اور کیا ہوسکتی ہے- میں عرض کرنے آیا ہوں کہ اسے قتل کرنا ہو تو یہ کام میرے سپرد کیا جائے تاکہ اگر کوئی اور شخص اسے مارے

تو مجھے بعد میں کسی وقت اس پر غصہ نہ آجائے۵ - یہ قربانی ہے جو حقیقی قربانی ہے- اس روح کو اپنے اندر پیدا کرو- جب تک تم اپنے عزیز ترین وجودوں کو خداتعالیٰ کیلئے چھوڑنے پر تیار نہیں ہو گے' جب تک تم منافقین کے اخراج کیلئے عملی رنگ میں جدوجہد نہیں کرو گے' اُس وقت تک اندرونی فتن سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور جب تک اندرونی فتن سے محفوظ نہیں ہوگے اس وقت تک مرض کی جڑ موجود رہے گی اور جب تک جڑ رہے گی حقیقی شفاء حاصل نہیں ہوسکے گی- بلکہ اندر بیماری کا رہنا زیادہ خطرناک ہوتا ہے باہر کا تپ اگر ٹوٹ جائے اور اندر رہنے لگے تو وہ سِل کا رنگ اختیار کرلیتا ہے-

پس بیرونی مخالفت کو چھوڑ دو' وہ خودبخود مٹ جائے گی- تم اندرونی مخالفت کو مٹانے کی طرف توجہ کرو- وہ اندرونی مخالفت جس کا موجود رہنا خداتعالیٰ کے فضلوں سے جماعت کو محروم کردیتا ہے- میں نے پہلے بھی جماعت کو توجہ دلائی تھی' اب پھر کہتا ہوں کہ منافقین کو ظاہر کرو- اگر اب بھی آپ لوگ توجہ نہیں کریں گے تو میں خداتعالیٰ کے حضور بری الذمہ ہوں گا- اور اس صورت میں اگر آپ پر کوئی عذاب یا تکلیف آئے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں بلکہ آپ لوگوں پر ہی ہوگی کیونکہ میں نے تو جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا- عہد کو آپ لوگوں نے توڑا ہوگا اور اسی نقضِ عہد کی وجہ سے آپ دکھ اور تکلیف میں مبتلاء ہوں گے-

(الفضل ۵-اگست ۱۹۳۴ء)

۱؎ پیدائش باب ۱۷ آیت ۹ تا ۲۱ (مفہوماً)

۲؎ بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لاصدقة اِلاّ عن ظھر غِنًی

۳؎ سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد

۴؎ اس کا نام بھی عبداللہ تھا- (مرتب)

۵؎ ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ المنٰفقون